

تفسير احمد

سُورَةُ الشُّرُحِ

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «الشرح» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانی »

بسم الله الرحمن الرحيم

سورة الشرح

جزء ۳۰

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، اس کی «۸» آیات ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورہ مبارک کا نام «الشرح» یا «انشراح» یا «الم نشرح» رکھنے کے بارے میں مفسرین کہتے ہیں کہ: اس سورت کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت اور ایمان کے نور سے منور کرنے اور ہدایت دینے اور شرح صدر ہونے سے ہوا ہے۔

ہاں، جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ رکھتا ہو، اس کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے سینے کو (دل) اسلام اور نیکی اور سعادت کے لیے کھول دیتا ہے، (انعام: ۱۲۵)

سورت «الشرح» «سورة الضحی» کے بعد نازل ہوئی ہے، یہ گویا کہ اس کا تکملہ ہے، کیونکہ یہ روح پرور سایہ اپنے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رب کے فضل و کرم سے پھیلا ہے۔

سورة «الشرح» کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورة الشرح مکہ میں نازل ہوئی ہے، اس کا ایک (۱) رکوع، آٹھ (۸) آیات، ستائیس (۲۷) الفاظ، ایک سو دو (۱۰۲) حروف اور سینتیس نقطے ہیں۔ (قرآن کریم کی سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورة مبارکہ کا سبب نزول

یہ سورہ اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے مسلمانوں کو ان کے فقر اور تنگدستی کی بناء پر طعن و تشنیع کی۔

ابن جریر نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت "إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا" نازل کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش رہو کہ تمہیں سکون اور راحت ملی ہے اور ایک مصیبت اور سختی کبھی دو آسانیوں اور راحتوں کو مغلوب کی نہیں کر سکتی۔

سورة «انشراح» کا تعارف

اس بات پر مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ سورت سورة الضحی کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس کے مشتملات بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں، اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ نعمتوں

میں سے کچھ کو شمار کیا گیا ہے، درحقیقت سورۃ الضحیٰ میں تین قسم کے عظیم تحفوں کا ذکر ہے، اور یہ تین عظیم تحفے سورہ انشراح میں بھی مذکور ہیں، اس سورت کی تین نعمتوں کا مواد تمام روحانی پہلوؤں پر مشتمل ہے اور تین محوروں کے گرد گھومتا ہے ایک تو ان تینوں نعمتوں کا اظہار ہے اور دوسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی ہے کہ مستقبل میں دعوت کی مشکلات ختم ہوں گی، اور آپ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک رب کی طرف ہی متوجہ رہیں اور اس کی عبادت کی ترغیب بھی دی گئی ہے، مجموعی طور پر اس سورت میں چند امور کا ذکر ہے، (۱) رسول پر اللہ کا خصوصی احسان (۲) اس بات کی تسلی کہ مشکلات ختم ہونے والی ہیں (۳) راہ رسالت میں جو مشکلات آئیں گی ان میں اللہ آپ کی اور تائید کرے گا، اور اس طریقے سے آپ نے اپنے فرائض احسن طریقے سے ادا کیے، سورہ انشراح میں آیات کا طرز بیان رب کے غیر معمولی فضل اور محبت اور تسلی سے بھرپور ہے، جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دل جوئی اور تسلی ہے۔

اس سورت میں، اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہتا ہے کہ ان شاندار کاموں کو سر انجام دینے اور اللہ کی راہ میں کوشش کرنے سے آپ کبھی باز نہ آئیں، جب وہ ایک کام کر لیں تو اس سے بڑا اور مشکل کام شروع کر دیں تاکہ اس کے نتائج سے بھی فائدہ اٹھائیں۔

سورة الشرح

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝۲ الَّذِي اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ فَاِنَّ
مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۶ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝۷ وَالِی رَّبِّكَ فَاَرْغَبْ ۝۸

سورت کا مختصر ترجمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱	کیا ہم نے تیرے لیے تیرا سینہ نہیں کھول دیا (۱)
وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝۲	اور ہم نے تم پر سے تمہارا بھاری بوجھ نہیں اتارا؟ (۲)
الَّذِي اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳	وہ بوجھ جس نے تمہاری کمر جھکا دی تھی (۳)
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴	اور ہم نے تیرا ذکر اور آوازہ بلند کر دیا (۴)
فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۵	پس بیشک ہر مشکل کی ساتھ آسانی ہے
اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۶	بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے
فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝۷	تو جب اپنے کام سے فارغ ہو جاؤ تو محنت کر
وَالِی رَّبِّكَ فَاَرْغَبْ ۝۸	اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو

سورة الانشراح کی مختصر تفسیر

اس سورہ کی مبارک آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر احسانات اور احکام کے بارے میں بحث ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱	کیا ہم نے تیرے لیے تیرا سینہ نہیں کھول دیا (۱)
----------------------------------	---

(یہ تقریری استفہام ہے، یعنی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم نے سینے کو ایمان، ہدایت اور قرآن کے نور سے نہیں کھولا ہے، اور کیا ہم نے آپ کے دل کو غم سے آزاد نہیں کیا؟ اور آپ کو جاہلیت کے ماحول کے انتشار اور نبوت کے عظیم ذمہ داری کی سختیاں برداشت کرنے کی ہمت نہیں دی؟۔

لغات کی تشریح :

«نَشْرَحُ لَكَ صَدْرَكَ» کیا تیرے سینے کو نبوت اور اس کی پاکی کے ذریعہ

ایمان اور حکمت سے لبریز کر کے نہیں کھولا؟
«شرح صدر» کا مطلب ہے سینہ کھولنا اور انسان کی صلاحیتوں میں اضافہ تاکہ وہ مصیبتوں کو برداشت کرسکے، اور مشکلات و مصائب میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرے۔

مفسرین نے لکھا ہے:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی کے طور پر چنا تو ان کی سب سے پہلی درخواست شرح صدر تھی، جب انہوں نے کہا: (رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي) (طہ: ۲۵) ترجمہ: "اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے"۔

لیکن پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر مانگے خدا کا یہ فضل عطا ہوا اور خدا کی طرف سے ان کو شرح صدر ملی۔
ابن کثیر اس مبارک آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کے دل کو روشن اور کشادہ کر دیا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو روشن کر دیا اسی طرح آپ کو دی گئی شریعت کو بھی کشادہ کر دیا ہے یعنی اسے میسر اور آسان کر دیا، نہ اس میں طاقت سے زیادہ بوجھ ہے اور نہ ہی کمزوری اور تنگ نظری۔ (مختصر: ۶۵۲/۳)۔

تمام مفسرین الم نشرح کی تفسیر میں کہتے ہیں: شرح صدر کنایہ ہے سینہ کی وسعت پانے اور الجھنوں، اداسی اور گمراہی سے قبل از نبوت رہائی پانا، نبوت اور قیادت کے مسائل کو برداشت کرنے کی صلاحیت، ماحول کی خرابیوں اور کفار و مشرکین و دیگر کی طرف سے ملنے والی تکالیف پر صبر و تحمل (ملاحظہ ہوں: سورہ انعام آیہ: ۱۲۵، سورہ زمر آیہ: ۲۲، سورہ طہ آیہ: ۲۵، سورہ نحل آیہ: ۱۰۶)۔

ابو حیان نے آیت مبارکہ کی تفسیر میں کہا ہے کہ: شرح الصدر سے مراد حکمت کے ساتھ اس کو روشن کرنا، اور نازل شدہ وحی کو حاصل کرنے کے لیے اسے وسیع کرنا ہے، جمہور کی رائے بھی یہی ہے، بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شرح الصدر کا مطلب یہ ہے کہ بچپن میں جبرائیل نے آپ کا سینہ چاک کیا تھا، (یہ رائے ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے، (البحر: ۲۴۸/۸)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ: شق الصدر نبوت کے مبادیات میں سے ہے، یعنی اس کے مقدمات اور بشارتوں میں سے ایک ہے۔
محترم قارئین:

چونکہ رنج و غم اور غصہ کو اگر کم نہیں کیا جاسکتا تو مشکلات کو برداشت کرنے کے لیے استطاعت کو بڑھانا چاہیے نہ کہ مقابلے میں پسپائی اختیار کی جائے، شرح صدر جس کا تذکرہ آیت مبارکہ میں آیا ہے، خدا کے خاص فضل و مہربانی ہے: "فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ" (پس جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہے، اس کے سینے کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے)۔

نفسیاتی طور پر دنیاوی مسائل اور پریشانیوں سے نبرد آزما ہوتے وقت ذہن کو اس پر مرکوز نہیں کرنا چاہیے، بلکہ توجہ اس آسانی پر مرکوز رہنی چاہیے، جس کا رب نے وعدہ کیا ہے اور اس کی سنت چلی آرہی ہے۔

آیت مبارکہ میں شرح صدر سے مراد: "الْمُشْرَحُ لَكَ صَدْرُكَ" اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ نور سکون اور اطمینان کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور فکر کی وسعت ہے، اس توسع کا ایک مفصل مفہوم ہوسکتا ہے جس میں وحی اور رسالت کے ذریعے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی وسعت، اور اپنے دشمنوں اور مخالفین کی ہٹ دھرمی اور رکاوٹوں کے خلاف آپ کی برداشت اور استقامت بھی شامل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری انفرادی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے لیے بہترین مثال ہیں، وہ ہدایت کے ایسے چراغ ہیں کہ جس نے عالم انسانیت کو منور کیا، اور اپنی زندگی اور کلام سے خوبصورت روایات قائم کیں، اور زمین سے آسمان تک اور اس دنیا سے آخرت تک کے سفر کا ایک جامع منصوبہ پیش کیا، اس لیے اس کردار کی سوانح حیات اور موتیوں جیسے الفاظ خصوصی توجہ کے مستحق ہیں، تقدس مآب کی اہم ترین سوانح میں سے ایک شرح الصدر ہے، وہ طرز زندگی جس کا ذکر خدا نے قرآن میں بڑی عظمت کے ساتھ کیا ہے، اور اسے اپنی عظیم نعمتوں میں سے ایک قرار دیا ہے۔

یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کی وسعت اور کشادگی ہے کہ رسالت کا بھاری بوجھ بھی آپ کے لیے قابل برداشت تھا، ایک ایسا بھاری بوجھ جو انسان کی کمر جھکا دیتا ہے۔

یہ شرح صدر ہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مصیبتوں کے مقابلے میں سربلند اور فتح مند بناتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کا نام بلند کرتا ہے، سچائی اور کمال کی راہ چلنے کا بہترین ذریعہ چوڑا سینہ یعنی شرح صدر ہے،

سینہ جتنا چوڑا ہوگا، پرواز اتنی اونچی ہوگی، خدا کے محبوب کے دل کی وسعت اور کشادگی اس حد تک ہے کہ وہ خدا کے علاوہ دیگر امور پر بھی محیط ہے، اس کے نور اور مہربانی کے دسترخوان سے تمام جہان ریزہ خوری کرنے والا ہے، قلم اور اظہار اس کی بلند الہی روح کے ادراک سے قاصر ہے۔ سورہ انعام کی آیت: "۱۲۵" ہے: (فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَمَّا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ ۖ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۱۲۵) پس جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہے، اس کے سینے کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے، (یعنی: اس دل کو کھول دیتا ہے اور وسیع کر دیتا ہے تاکہ اسلام کو کھلے سینے کے ساتھ قبول کرے) اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ اور گٹھا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے، اس طرح خدا ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے عذاب بھیجتا ہے۔

اس آیت کی میں تفسیر انوار القرآن کے مصنف لکھتے ہیں: عبد الرزاق، ابن جریر الطبری اور دیگر کی روایت کردہ حدیث شریف میں ہے: صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: اے خدا کے رسول! انسانی سینہ کیسے پھیلتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نور یقذف فیہ، فی نشرح لہ وینفسح) ایک نور ہے جو اس میں ڈالا جاتا ہے، اور پھر سینہ اس نور کے لیے کھلتا اور پھیلتا ہے یا نور کھلتا ہے پھیلتا ہے۔ کہنے لگے: کیا اس انشراح اور کشادگی کی کوئی نشانی ہے کہ اس سے پہچانا جاسکے: فرمایا: (الإنابة إلى دار الخلود، والتجافي عن دار الغرور، والاستعداد للموت قبل لقاء الموت) ہاں! اس کی نشانی ابدیت کے گھر کی طرف رخ کرنا ہے، دل کو دھوکے کے گھر سے پھیرنا اور اس میں آرام نہ پکڑنا اور موت کا سامنا کرنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ: مؤمنوں میں سے زیادہ عقلمند اور سمجھدار کون ہے؟ فرمایا: "جو اکثر موت کو یاد کرتا ہو اور جو زیادہ موت کے بعد کے لیے تیاری کرتا ہو" اور جس کو خدا گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ اس قدر تنگ کر دیتا ہے کہ اس میں ایمان اور ہدایت کی کوئی جگہ نہیں رہتی، ابن کثیر کہتے ہیں: یعنی اس کے سینے کو "لا الہ الا اللہ" کے قبول کرنے سے بھی تنگ کر دیتا ہے، یہاں تک کہ یہ کلمہ طیبہ بھی اس میں داخل نہیں ہوتا۔

زجاج کہتے ہیں کہ: حرج، تنگی کی آخری حد ہے، (گویا وہ مشکل سے آسمان کی طرف جارہا ہے) کیونکہ جو شخص آسمان کی طرف جاتا ہے وہ ہوا کے

دباؤ اور آکسیجن کی کمی کی وجہ سے مشکل میں ہوتا ہے، اسے سینے میں جکڑن محسوس ہوتی ہے، جیسے اس کا دم گھٹنے والا ہو، واضح رہے کہ نئی علمی دریافتوں سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ یہ تنبیہ قرآن کریم کے معجزات میں سے ایک ہے کیونکہ یہ آیت جس علمی سچائی کا اظہار کرتی ہے اس کا علم اس دور میں نہیں تھا جب قرآن مجید نازل ہوا تھا، ہاں، یہ آیت ایک ایسے شخص کی روحانی حالت کا بتاتی ہے جسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے، جب کہ اس کا مقدر گمراہ ہی ہو، اس شخص کی اندرونی کیفیت کی مشابہت بیان کی گئی ہے، آسمان پر چڑھنے سے اپنے سینے میں سخت تنگی محسوس کرتا ہے گویا کہ اس کا دم گھٹتا جا رہا ہے، اور یہ مطلب کہ یہ قرآن کے نزول کے وقت کسی کو معلوم نہ تھا کہ اوپر چڑھنے سے انسان کا دم گھٹتا ہے۔

علامہ عبد الرحمن سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے سعادت، ہدایت، بدبختی اور گمراہی کی نشانیاں اور علامات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: جس شخص کا سینہ اسلام قبول کرنے کے لیے کشادہ ہو جائے، یعنی: اس کا سینہ اور باطن کشادہ ہو گیا، اور ایمان کے نور سے منور ہوا، اور یقین کے نور سے زندہ ہوا اور سکون پایا، اور نیکی کو پسند کیا، اور نیک کام انجام دینے کو خوبصورت پایا، اور اس سے لطف اندوز ہوا، اسے مشکل نہیں لگا، یقیناً یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے رب نے اس کی رہنمائی کی ہے اور اسے صحیح ترین راستہ اختیار کرنے کی توفیق بخشی ہے۔

اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے، یعنی اسے بے حد تنگ بنادیتا ہے کہ اس میں ایمان اور یقین کی کوئی جگہ نہیں ہوتی، اور شکوک و شبہات میں ڈوبا ہوا ہوگا، اس تک کوئی بھلائی نہیں پہنچے گی، اور اس کا دل نیکی کرنے کی طرف مائل نہیں ہوتا، اور اس کا سینہ اس طرح تنگ ہو کر دھڑکتا ہے کہ گویا وہ آسمان کی طرف چڑھ رہا ہے، گویا اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، لیکن جانے کا کوئی راستہ نہیں پاتا، اور یہ اس لیے ہے کہ وہ ایمان نہیں رکھتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس پر گمراہی اور عذاب ڈال دیا، کیونکہ اس نے رحمت اور بھلائی کا دروازہ اپنے اوپر بند کر رکھا ہے اور یہ وہ پیمانہ ہے جس میں ظلم و جبر نہیں ہے، یہ وہ طریقہ ہے جو بدلتا نہیں ہے، پس جو شخص معاف کر دے اور عطا کر دے اور خدا سے ڈرے وہ متقی ہے، اور اچھے دین کا اقرار کرے تو عنقریب ہم اس کے قدموں کے آگے ایک آسان راستہ رکھ دیں گے، اور اس کے لیے آسان کر دیں گے، اور جو شخص بخل کرے گا اور خود کو خدا سے بے نیاز کرے گا، اچھے دین کا انکار کرے گا تو ہم اسے جلد ہی مشکل راستہ دیں گے۔

اور ہم نے تم پر سے تمہارا بھاری بوجھ نہیں اتارا؟ (۲)	وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲
---	--------------------------------

یعنی: اس طرح ہم نے آپ پر بوجھ ڈالا تھا اسے کم کر دیا، آپ کو درپیش مصائب اور مشکلات ختم کر دیں، ہم آپ سے راضی ہو گئے اور آپ پر اپنی بخشش اور رحمت کی بارش کر دی۔

مفسرین لفظ «وَضَعْنَا» کی تشریح میں لکھتے ہیں: ہم نیچے لائے۔

«وِزْر» لغت میں بھاری ہونے کے معنی میں ہے۔

لفظ "وزیر" بھی اس سے ماخوذ ہے، کیونکہ وہ حکومت کا بھاری بوجھ اٹھاتا ہے، گناہوں کو اسی وجہ سے "وزر" کہتے ہیں، کیونکہ گناہگار کے کندھوں پر بہت زیادہ بوجھ ہوتا ہے۔

بعض مفسرین نے نزول کے شروع میں (وزر) کو بہ معنی (وحی) کے بھاری بوجھ سے تعبیر کیا ہے۔

بعض نے گمراہی اور مشرکوں کی ہٹ دھرمی سے کیا ہے۔

اور بعض نے انتہائی ایذا رسانی سے۔

اور بعض نے چچا ابو طالب اور آپ کی اہلیہ خدیجہ کی وفات سے ہونے والا غم بتایا ہے اور بعض نے آخرت میں معصومیت یعنی گناہ سے پاکیزگی سے تعبیر کی ہے۔

لیکن بظاہر یہ پہلی تشریح کے مترادف ہے، اس کمر توڑنے والے بوجھ کا مقصد نبوت سے پہلے کے معاشرے میں کفر، شرک اور خونریزی، ظلم اور فساد سے پہنچنے والا درد اور رنج ہے اور نبوت کے آغاز میں آنحضرتؐ کی کوشش لوگوں کی پریشانی اور مشکلات دور کرنے کے لیے ہے۔

آیات کے شواہد سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رسالت اور نبوت کا مقصد، توحید یعنی اللہ کی عبادت اور بندگی کی طرف دعوت اور اس آلودہ ماحول سے فسق و فجور کے اثرات کو دور کرنا ہے، نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلکہ دعوت کے آغاز میں تمام انبیاء علیہم السلام کو بڑی بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، اور وہ صرف خدا کی مدد سے ہی ان پر فتح حاصل کر سکے تھے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ماحول کے حالات، کچھ وجوہات کی بنیاد پر زیادہ مشکل اور بوجھل تھے۔

وہ بوجھ جس نے تمہاری کمر جھکا دی تھی (۳)	الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳
---	------------------------------

«أَنْقَضَ» بھاری پڑ گیا تھا، بھاری بوجھ بن گیا تھا، مجازاً کمر توڑنے کا معنی دیتا ہے۔

ہمارا عظمت والا رب اپنے ایک اور عظیم تحفے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کیا ہم نے تجھ سے بھاری بوجھ نہیں اُتارا؟ وہ بوجھ جو تم پر سخت بھاری پڑ گیا تھا، (الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ)۔

«أَنْقَضَ» نَقَضَ کے مادے سے ہے جو رسی سے گٹان کھولنے کے معنی میں ہے، یا کسی عمارت کے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے حصے کو الگ کرنا، اور (انتقاض) ایسی آواز کو کہتے ہیں جو ایک عمارت کے دو حصوں کا ایک دوسرے سے الگ ہونے کی صورت میں سنائی دیتی ہے، یا وزنی بوجھ اٹھانے کی وجہ سے کمر کے مہروں سے جو آواز آتی ہے۔ یہ لفظ عہد اور وعدے توڑنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، کہتے ہیں (نَقَضَ فُلَانٌ عَهْدَهُ) فلاں نے عہد توڑا ہے۔

اسی طرح اوپر والی آیت کہتی ہے کہ خدا نے وہ بھاری اور کمر توڑنے والا بوجھ تم سے ہٹا دیا، وہ کونسا بوجھ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی پیٹھ سے ہٹا دیا تھا؟ آیات کے دلائل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد نبوت اور رسالت کی راہ میں حائل رکاوٹیں اور مشکلات، توحید اور اس اکیلے ذات کی عبادت کی طرف دعوت کی سختیاں، اور اس آلودہ ماحول سے فساد کے اثرات کو دور کرنا تھا، صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو دعوت کے آغاز میں ایسے بڑے مسائل درپیش تھے، اور وہ صرف خدائی مدد سے ہی ان پر فتح حاصل کرسکے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ماحول کے حالات کچھ زیادہ سخت، اور مشکل تھے۔

اور ہم نے تیرا ذکر اور آوازہ بلند کر دیا (۴)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝

کیا ہم نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا اور آپ کی ساکھ نہیں بڑھائی؟ ہم نے آپ کا مقام اور مرتبہ بلند کیا اور آپ کی یاد اور شہرت کو مناروں، منبروں اور کتابوں میں بلند کیا، آپ یتیم تھے کوئی آپ کا ساتھ نہیں دے رہا تھا، آپ بے کس تھے آپ کا کوئی حامی نہیں تھا، آپ کے چاچا، جن کو آپ کا ساتھ دینا تھا، آپ کے خلاف کھڑے ہو گئے، آپ کے ساتھ ہم تھے ہم نے آپ کو نہیں چھوڑا کہ آپ کو شکست دی جاتی۔

مجاہد نے کہا: کہ جب بھی اللہ کا نام لیا جائے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اس کے ہمراہ لیا جائے گا۔

قتادہ نے کہا: خدا نے دنیا اور آخرت میں آپ کا نام بلند کیا، ہر مبلغ، گواہ اور عبادت گزار پکارتا ہے: (أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله)۔

حدیث شریف میں ہے: جبرئیل میرے پاس آئے اور فرمایا: اے محمد! تمہارا رب فرماتا ہے: کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے نام اور یاد کو کیسے بلند کیا؟ میں نے کہا: خدا جانتا ہے، اس نے کہا: کہ جب میرا نام لیا جائے گا تو تمہارا نام بھی ساتھ ہی لیا جائے گا، (مختصر: ۶۵۲/۳)۔

البحر میں آیا ہے کہ: پیغمبر کا نام شہادت، اذان، اقامت، تشہد اور خطبہ اور بہت سے مواقع پر قرآن و غیرہ میں خدا کے نام کے ساتھ جڑا ہوا ہے، انبیاء اور ان کی قوموں سے کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں، (البحر المحيط: ۳۸۸/۸)۔

اس بارے میں حسن بن ثابت نے کہا ہے: (وَضَمَّ إِلَهَ اسْمِ النَّبِيِّ إِلَى اسْمِهِ إِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمَوْذِنَ أَشْهَدُ وَشَقَّ لَهُ مِنْ اسْمِهِ لِيَجْلَهُ فِذْوُ الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ) ترجمہ: خدا نے پانچوں اذانوں میں پیغمبر کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ذکر کیا، اور اپنے نام سے ان کے لیے ایک نام اخذ کیا، تاکہ انہیں عزت بخشے، عرش کے مالک خدا کا نام محمود اور آپ کا نام محمد ہے، (مختصر) 652/3 -

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝	پس بیشک ہر مشکل کی ساتھ آسانی ہے
----------------------------------	----------------------------------

یعنی: درحقیقت ہر سختی کے ساتھ آسانی ہے، ہر تنگی کے ساتھ ایک کشادگی ہے، غم کے ساتھ خوشحالی ہے، اور اداسی کی رات کی بعد خوشی کی صبح آتی ہے، لہذا مشکل اور پریشانی جاری نہیں رہے گی، اور مصائب و آلام باقی نہیں رہیں گے۔

«عُسْرٌ يُسْرًا» یہ دونوں الفاظ متضاد ہیں، «عُسْر» کا مطلب سختی ہے اور «يُسْر» کا مطلب آسانی -

مفسرین نے کہا ہے: مکہ میں رسول اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مشرکین کے ظلم و ستم کی وجہ سے سخت مشکلات میں تھے، اس لیے آپ کے دل کو تسلی اور سکون دینے اور آپ کی امید کو مضبوط کرنے کے لیے، اللہ تعالیٰ نے آپ سے آسانی اور راحت کا وعدہ کیا، جیسا کہ سورۃ کے شروع میں آپ کو دی گئی نعمتوں کا شمار کیا اور فرمایا: جس نے یہ قیمتی نعمتیں تمہیں عطا کی ہیں وہ تمہیں ان پر فتح یاب کرے گا، تیرے کام کو سنوارے گا، ان مشکلات کو جلد ہی آسانی میں بدل دے گا، چنانچہ اس نے مبالغہ کی صورت

میں اسے دھرایا اور فرمایا:

بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے	إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۱۲
----------------------------	----------------------------------

بلاشبہ سختی اور مشکلات کے ساتھ سکون اور آسانی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر مشکل کے ساتھ ایک آسانی ہوئی ہے، پس غمگین اور اداس مت ہو، حدیث میں آتا ہے: سختی دو آسانیوں پر نہیں جیتی (حاکم و بیہقی)۔

مفسرین اس مبارک آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: «فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۱۲ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۱۲»

یہ ایک خوشخبری ہے کہ جب بھی سختی اور مشکلات آتی ہیں آسانی ان کے ساتھ ہوتی ہے، حتیٰ کہ اگر سختی اور مشکل کسی بل میں چلی بھی جائے تو آسانی اس پر داخل ہوتی ہے اور اسے باہر لے آتی ہے، جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں: «سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝۱۲» (سورة الطلاق: 7) ترجمہ: خدا تعالیٰ سختی کی بعد آسانی لائے گا۔

جیسا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فراخی اور کشادگی مشکل اور غم کے ساتھ ہے، اور آسانی کا تعلق مشکل کے ساتھ ہے، لفظ: "العُسْر" کا معارفہ ذکر ہونا دونوں آیتوں میں اس بات کی دلیل ہے کہ سختی اور مشکلات ایک ہے۔ اور لفظ "یُسْر" کا نکرہ آنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آسانی دھرائی جائے گی۔

لفظ «العسر» معارفہ کا الف اور لام استغراق اور عموم کے لیے ہے، اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مشکل چاہے کتنی سخت کیوں نہ ہو آخر میں آسان ہو جائے گی، اور آسانی اس کی ساتھ ہوگی، پھر اس نے اپنے نبی کو بطور اصل مخاطب اور مومنوں کو اس کی پیروی کرتے ہوئے حکم دیا کہ وہ خدا کا شکر ادا کریں، اور اس کی عظمت کے آگے اپنا فرض ادا کریں۔

آیت مبارکہ کا شان نزول

روایت ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین مسلمانوں کو عزت کا طعنہ دیتے تھے۔

ابن جریر الطبری نے حسن بصری سے روایت کیا انہوں نے کھاکہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے خوشخبری ہے، تم پر آسانی آگئی ہے، کبھی بھی ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی۔

توجہ اپنے کام سے فارغ ہو جاؤ تو محنت کر

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝

پھر جب تو اپنے کام کاج سے فارغ ہو جائے اور تیرے دل میں ایسا کچھ نہ رہے جو مشکلات کا باعث ہو تو دعا اور عبادت میں محنت کیا کرو، فرمانبردار بن جاؤ، نوافل اور فضائل پر زیادہ توجہ دو، نیک اعمال کو زاد راہ بناؤ۔

«فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ» لہذا جب آپ ایک اہم کام کو ختم کر لیں تو اس کے بعد دوسرا اہم کام شروع کریں، اور کوشش کریں، کہ ایک کام کے اختتام کو دوسرے کام کا آغاز بنائیں۔
"فَرَغْتَ" فارغ ہوا، مکمل کیا، اور فارغ رہے۔

«انصَبْ» مشقت اٹھاؤ، مؤمن کو متحرک اور با فراست ہونا چاہیے، ایک فرض سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے فرض میں مشقت اور محنت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، کیونکہ ہم زندہ اس لیے ہیں تا کہ مسلسل کام کریں بے کار نہ بیٹھیں۔

یاد رہے کہ یہ آیت مبارکہ ہر مسلمان کی زندگی کا خاکہ اور منصوبہ بندی کی نمائندگی کرتی ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قائم کیا گیا تھا، تا کہ اس طریقہ اور منہج کو اپنی روز مرہ کی زندگی اور مسلمانوں کی زندگیوں میں لاگو کیا جائے تاکہ جنت تک پہنچ سکیں، جہنم کے عذاب سے بچ جائیں، یعنی جب بھی وہ کسی دینی کام سے فارغ ہو جائیں تو اپنے آپ کو دنیاوی کام کے لیے تیار کریں، یعنی انسان کسی بھی کام اور ذمہ داری سے فارغ ہو کر دوسری ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار ہو، اور کوشش میں لگ جائے، مثلاً جب بھی اسے نماز سے فرصت ملے تو اسے چاہیے کہ ذکر اور دعا کرے اور جب اس سے بھی فارغ ہو جائے تو دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جائے، ایک مسلمان شخص سنجیدہ اور سخت زندگی گزارتا ہے، اس کو کبھی کھیل کود، سستی، بے روزگاری وغیرہ کے لیے وقت نہیں ملتا۔

اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو

وَالِی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

اور صرف اس سے امید رکھو اور دل لگاؤ، اس کے علاوہ کسی اور چیز میں خود کو مشغول مت کرو، یعنی صرف اپنے رب کی طرف متوجہ ہو، اپنی

توجہ اور اہتمام اس نا پائیدار اور ختم ہونے والی دنیا کی طرف مبذول مت کرو۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ: یعنی جب تم اپنے آپ کو دنیاوی معاملات سے آزاد کرلو اور اس سے قطع تعلق کرلو، تو عبادت کے لیے اٹھو، چستی اور خوش دلی سے خدا کی عبادت کی طرف بڑھو، اور اپنی نیت اور ارادہ خلوص کے ساتھ خدا کے لیے رکھو، (مختصر: 653/3)۔

اسی طرح مفسرین آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "وَالِی رَبِّكَ فَارْغَبْ" اپنی دعاؤں کے جواب کے لیے اپنے رب کی طرف رجوع کرو، ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جن کا کام کاج ختم ہو جائے تو وہ کھیل تماشے میں مشغول ہو جاتے ہیں، اپنے رب اور اس کے ذکر سے منہ موڑ لیتے ہیں، اگر تم نے ایسا کیا تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔

بعض مفسرین نے آیت مبارکہ کے معنی میں لکھا ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ اور اسے مکمل کرلو تو دعا مانگو اور اپنی ضروریات اور حاجات کے لیے اس کی طرف رجوع کرو، جس نے یہ کہا ہے اس نے فرض نمازوں کے بعد دعا اور ذکر کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہے۔

اسلام میں صبر کی تلقین کا تصور

ہمارا عظیم پروردگار فرماتا ہے: «وَأَصْبِرْ ۖ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ» (سورہ انفال: 46) ترجمہ (صبر کرو بیشک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتا ہے: «إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ» (سورہ یوسف: 90) ترجمہ: جو شخص خدا سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے تو خدائیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا

اور پھر سورہ زمر آیت (10) میں فرماتا ہے: "إِنَّمَا يُوفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ" ترجمہ: (صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے ملے گا)، "فَأَصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ" (سورہ ہود: 49) ترجمہ: پس صبر کرو یعنی ثابت قدم رہو، یہی پرہیزگاروں کے لیے اچھا انجام ہے تمہیں صبر کی تلقین کرتا ہے کہ ان شاء اللہ مشکلات بہت جلد حل ہوں گی، کیونکہ یقیناً سختی کے بعد آسانی ہے: "إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا" (سورہ انشراح: 6) جی ہاں! سختی کے ساتھ آسانی ہے۔

«إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا» کا مفہوم

بہت سے لوگ پوچھتے ہیں کہ اس آیت کے بیان کے باوجود بعض مسلمانوں

کو اپنی زندگی کے آخری ایام تک مشکلات کیوں پیش آتی ہیں ؟ کیوں آفات ہمیشہ یکے بعد دیگرے ان کی زندگی میں پیش آتی ہیں ؟ (کسی راحت کے بغیر) یہاں تک کہ آخری عمر تک وہ مشکلات میں ہوتے ہیں، حالانکہ وہ سب سے زیادہ اطاعت اور عبادت کر رہے ہیں؟

جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ : اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا ہے اور اس بھانے سے وہ ان کے بہت سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، کیونکہ مصائب، مشکلات اور آفات گناہوں کا کفارہ ہیں، اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو مصیبتوں اور آفات میں صبر اختیار کرتے ہیں، کیونکہ انہی مشکلات اور مصیبتوں کو اگر صبر کے ساتھ برداشت کیا جائے تو یہ مشکلات اور مصائب گناہوں کے کفارہ کا موجب بنیں گی، شاید ہر ایک کو خدا کے اس فضل اور رحمت سے نوازا نہیں جائے گا کہ وہ مشکلات کے وقت صبر اور برداشت سے کام لے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "مَنْ يُرِدِ اللّٰهَ بِهِ خَيْرًا يُصِيبْ مِنْهُ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھی بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے اس کو مصائب میں مبتلا کرتا ہے" (بخاری: 5645)۔

خدا تعالیٰ صبر کرنے والوں کے متعلق فرماتا ہے : "إِنَّمَا يُؤَفِّقُ الصَّابِرِينَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ" (سورہ زمر) صرف صبر کرنے والوں کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں : « قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْحُمَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ، مِنْ حَيْثُ أَتَتْهَا الرِّيحُ كَفَأَتْهَا، فَإِذَا اعْتَدَلَتْ، تَكَفَأُ بِالْبَلَاءِ، وَالْفَاجِرُ كَالْأَرْزَةِ، صَمَاءٌ مُعْتَدِلَةٌ، حَتَّى يَقْصِبَهَا اللَّهُ إِذَا شَاءَ» (بخاری: 5644)۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مؤمن کی مثال پودے کی پہلی نکلی ہوئی ہری شاخ جیسی ہے کہ جب بھی ہوا چلتی ہے، اسے جھکادیتی ہے، پھر وہ سیدھی ہو کر مصیبت برداشت کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے، اور بدکار کی مثال صنوبر کے درخت جیسی ہے کہ سخت ہوتا ہے اور سیدھا کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اسے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے، (یعنی وہ مصیبت میں کم پڑتا ہے)۔

ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: (مَا يَصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ، وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشُّوْكَةِ يَشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ) ترجمہ: مسلمان کو جو بھی دکھ، گھٹن، حزن ملال اور تکلیف اور غم پہنچتا

ہے یہاں تک کہ اگر کانٹا بھی چھب جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ضرور اس کی خطائیں معاف فرماتا ہے، (اس کے گناہوں کے کفارہ کا سبب بنے گا)۔

صحیح حدیث پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر) (مسلم: ۲۹۵۶) ترجمہ: دنیا مؤمن کے لیے قیدخانہ اور کافر کے لیے باغ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مؤمن بندے کے صبر اور شکر کے بارے میں فرماتے ہیں: (عجا لأمرء المؤمن أن أمره كله خير، وليس ذاك لأحد إلا للمؤمن، إن أصابته ضراء شکر، فکان خيراً له، وإن أصابته ضراء صبر، فکان خيراً له) (روایت مسلم) ترجمہ: مؤمن کا معاملہ عجیب ہے، اس کا ہر معاملہ اس کے لیے بھلائی کا ہے، اور یہ بات مؤمن کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں، اسے خوشی اور خوشحالی ملے تو شکر کرتا ہے، اور یہ اس کے لیے اچھا ہوتا ہے، اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچے تو (اللہ کی رضا کے لیے) صبر کرتا ہے، یہ (بھی) اس کے لیے بھلائی ہوتی ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات) (مسلم: ۲۸۲۲ اور ترمذی: ۲۵۵۹) یعنی: جنت ناپسندیدہ اور تکلیف دہ چیزوں سے گھری ہوئی ہے۔

لہذا جب بھی کسی متقی مؤمن کو مصیبت آتی ہے تو اس کو چاہیے کہ اسے نعمت میں بدل دے، وہ کیسے؟ صبر، شکر اور خدا کی مقرر کردہ تقدیر سے راضی ہوتے ہوئے اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اس مشکل کو دفع کرنے میں تاکہ وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔

اس کے علاوہ ایسا بھی نہیں ہے جیسا کہ آپ سوچتے ہیں، کیونکہ ہر ایک کی زندگی میں خوشی اور ناخوشی دونوں ہوتی ہیں اور شاید بعض مؤمنین کو اپنے اعمال کی وجہ سے زیادہ مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝۳۰) (سورہ

شوری: ۳۰) ترجمہ: اور جو بھی تمہیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے، اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق اس کا امتحان لیتا ہے، جیسا کہ فرماتا ہے: (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالشَّرَاتِ ۝۱۵۵ وَبَشِيرٍ الصَّابِرِينَ ۝۱۵۶) (سورہ بقرہ: ۱۵۵) ترجمہ: اور یقیناً تمہیں

خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بیشک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بیشک ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہ لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ضرور آزمائیں گے اور مصائب میں گرفتار کریں گے، (جیسے قدرتی آفت، ڈوب جانا، نقصان اٹھانا، وہ اموال جو جابر اور ظالم لوگ طاقت اور زبردستی سے لے لیتے ہیں) لیکن کسی بھی صورت میں ایسا نہیں ہے کہ ساری زندگی سختی اور عذاب میں رہے، یہ تصور درست نہیں ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شق صدر کا مقصد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شق صدر کا کیا مقصد ہے؟
 اول: شق الصدر کا واقعہ: یعنی: سینہ کو کھولنا، اس وقت پیش آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی سعد میں حلیمہ سعدیہ کے پاس رضاعت کے لیے تھے، ابن اسحاق کی روایت کے مطابق چند ماہ، یا بعض محققین کی رائے کے مطابق چار سال کی عمر میں شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔
 مسلم نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، آپ کو اپنی جگہ سے اٹھا کر زمین پر لٹا دیا اور آپ کا سینہ چاک کر کے آپ کا دل نکالا اور اس میں سے خون کا لوتھڑا نکالا اور کہا: یہ ہے شیطان کا حصہ پھر اس نے آپ کے دل کو سونے کے طست میں زمزم کے پانی سے دھویا، پھر اس نے آپ کو لٹادیا، اور دوبارہ سے آپ کا سینہ سی لیا، لڑکے دوڑتے ہوئے حلیمہ سعدیہ کے پاس گئے اور کہا: انہوں نے محمد کو مار ڈالا! وہ سب آپ کو ڈھونڈنے کے لیے دوڑے، جب انہوں نے آپ کو ڈھونڈ لیا تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔
 انسؓ کہتے ہیں: کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر جبرائیل علیہ السلام کے سیے ہوئے نشانات کو دیکھتا تھا، (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، جلد ۱، صفحہ: ۱۳۷، ح ۲۶۱)۔

اس واقعہ کے بعد حلیمہ سعدیہ خوف زدہ ہو گئی اور آپ کو آپ کے ماں کے پاس واپس بھیج دیا، شق صدر کا واقعہ آپ کی زندگی میں تین بار پیش آیا:

1 - جب بچے تھے جیسا کہ مذکور ہوا، اور یہ روایت صحیح مسلم میں ہے، اور اس کی حکمت وہی تھی جو ان دو فرشتوں نے بیان کی تھی کی: "یہ

بے شیطان کا حصہ تم سے" اور ایک خون کا لوتھڑا آپ کے دل سے نکال دیا۔

2- نبوت سے پہلے، اس کی حکمت یہ تھی مضبوط دل سے وحی کا سامنا کریں، حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "الفتح" میں اسراء و معراج کی تفصیل میں کہا: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کا چاک کرنا نبوت کے دوران ثابت ہے، جیسا کہ ابو نعیم نے اس روایت کو اپنی "الدلائل" میں نقل کیا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

3- اسراء اور معراج کے واقعہ سے پہلے، اس کی حکمت یہ تھی کہ وہ خالص اور مضبوط دل کے ساتھ براہ راست خدا سے دعا کرنے کے لیے تیار ہوجائیں، یہ واقعہ صحیحین اور دیگر کتب احادیث سے ثابت ہے۔

گناہ کے اثرات

1- گناہ کے اہم ترین اثرات میں سے ایک علم سے محروم ہونا ہے، وہ علم جو خدا نے قرآن و سنت میں رکھا ہے اور دنیا و آخرت میں انسانی سعادت کا ذریعہ ہے، گنہگار لوگ اس علم سے محروم ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَاتَّقُوا اللَّهَ ۝ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ ۝ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۲۸۲) (سورہ البقرہ: ۲۸۲) ترجمہ: اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بے شک علم خدا کا نور ہے اور گنہگاروں کو خدا کا نور نہیں دیا جاتا۔

2- گناہ اور فسق انسان کے دماغ کو خراب اور تباہ کردیتے ہیں، اور انسان سے ادراک اور اچھی سوچ کی قوت چھین کر انسان کو ہر معاملے میں پریشان کرتا ہے۔

سلف صالحین میں سے کسی کا قول ہے فرماتے ہیں: جو شخص خدا کا نافرمان ہو کر گناہ کرتا ہے، اس کی عقل ختم ہوجاتی ہے اور گناہ عقل کی روشنی کو ختم کردیتا ہے، کمزوری اور سستی اس کے جسم کو گھیر لیتی ہے۔

3- گناہ اور معصیت دل کو کمزور کردیتے ہیں، اور اسے تاریک کھنڈرات میں تبدیل کردیتے ہیں، جہاں سے کوئی نیک ارادہ یا فیصلہ نہیں نکلتا، گناہ اور اس کے زخیرہ کرنے پر اس کے اصرار سے اللہ تعالیٰ گنہگار کے دل پر مہر لگادیتا ہے، اسی وجہ سے انسان دل کا اندھا شمار ہوتا ہے، اور غافلوں میں شامل ہوجاتا ہے، جہنم کی آگ سب سے پہلے دلوں پر حملہ کرتی ہے، اور اسے اپنے بدترین شعلوں سے جلاتی ہے۔

4 - گناہ انسان کو ذلیل اور رسوا کرتا ہے اور اس کی عزت اور سر بلندی کو چھین لیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۝۱۰ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۝ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝"

وَمَكْرُؤُكُمْ هُوَ يَبُورُ ۝۱۰" سورہ فاطر: آیت (۱۰) ترجمہ: "اگر کوئی عزت اور بلندی چاہتا ہے، بے شک ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے، اسی کے طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے اور جو لوگ برائیوں کی خفیہ تدبیر کرتے ہیں ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور ان لوگوں کی خفیہ تدبیر ہی برباد ہوگی۔"

5 - گناہ کے برے اثرات میں سے ایک حیا کا ختم ہونا ہے، حیا جو کہ توانائی کا ذریعہ ہے اور تمام نیک کاموں کا سرچشمہ ہے، گناہ کو دہرانے اور اس پر اصرار کرنے سے یہ حیا ضائع ہو جاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ" (صحیح مسلم): حیا خیر ہی خیر ہے۔

6 - گناہ بندوں پر خدا کے رزق اور نعمتوں کی بربادی کا سبب بنتا ہے اور انسان کے رزق، روزی، عمر، علم اور عمل سے برکت ختم ہونے کا سبب بنتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝۹۶ (سورہ اعراف: ۹۶) ترجمہ: اگر واقعی بستیوں والے ایمان لے آتے اور بچ کر چلتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اوزمین سے بہت سے برکتیں کھول دیتے اور لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے انہیں اس کی وجہ سے پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "إِنَّ الرَّجُلَ لَيَحْرَمُ الرِّزْقَ بِالدَّنْبِ الَّذِي يَصِيبُهُ" (ابن حبان- حسن) ترجمہ: انسان اس گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے جو اس سے سرزد ہو جاتا ہے۔

7 - گناہ شیطاں اور جنات کے لیے انسان کے قریب آنے اور اس پر غالب ہونے کا سبب بنتا ہے، اور پھر اسے ہر اس کرتے اور تکلیف پہنچاتے ہیں، اور روز بہ روز انسان کو بگاڑ اور تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔

8 - گناہ خاندان اور اولاد کی نافرمانی کا سبب بنتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل و جان سے پیاری اولاد کو اس نے خون جگر سے پالا ہوتا ہے، اس کو تکلیف پہنچانے اور نافرمانی کرنے کی جسارت کرتے ہیں، جبکہ خدا

کی اطاعت اور بندگی انسان کو ان تمام مصائب سے بچاتی ہے، اور اس کی اولاد کو اس کے ہاتھ کی لاٹھی یعنی سہارا اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنادیتی ہے۔

9۔ گناہ کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ جیسے انسان خدا کو بھول جاتا ہے، خدا بھی اسے بھول جاتا ہے، ایسے شخص کے لیے خدا تعالیٰ نے دو سزائیں

مقرر کی ہیں، ان آیات پر توجہ کریں:

الف: « وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝۱۹ » (سورة الحشر: ۱۹) ترجمہ: اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا، جنہوں نے خدا کو بھلادیا تو خدا نے ایسا کر دیا کہ خود اپنے تئیں بھول گئے یہ بدکردار لوگ ہیں۔
ب: "نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۝۲۰ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝۶۱" (سورة التوبة: ۶۱) ترجمہ: "وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انہیں بھلادیا، یقیناً منافق لوگ ہی نافرمان ہیں۔" خدا تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت میں بھلادیتا اور اپنے فضل و کرم سے محروم کردیتا ہے۔

10۔ گناہ خدا کے فرشتوں کو انسانوں سے دور کرنے کا باعث بنتا ہے، خدا کے فرشتے ہر حال میں انسان کے ساتھ ہوتے ہیں، اور انسان پر خدا کی رحمت، بخشش اور برکت کا ذریعہ بنتے ہیں، جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے یعنی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو فرشتے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور انسان خدا کے فضل سے محروم ہو جاتا ہے۔

11۔ گناہ کے نتائج میں سے ایک آب و ہوا، موسم، اور پھلوں کا نقصان اور خرابی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ مِمَّا كَسَبَتْ آيِدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝۴۱" (سورة الروم: ۴۱) ترجمہ: "خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہو گیا، اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا، تاکہ وہ انہیں اس کا کچھ مزہ چھکائے جو انہوں نے کیا ہے، تاکہ وہ باز آجائیں۔"

12۔ گناہ انسانوں کو سیلاب، زلزلہ، طوفان، آسمانی بجلی اور دھماکوں کے ذریعے تباہ و برباد کردیتا ہے۔

ام المؤمنین زینب بنت جحش سے روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ اَنتَ هَلِكٌ وَفِينَا الصَّالِحُونَ؟ قال: نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْحَبْثُ (متفق علیہ) ترجمہ: کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جب کہ ہمارے درمیان نیک لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، جب فسق اور بے حیائی بڑھ جائے

سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«سیکون فی آخر الزمان خسف، وقذف ومسح» -
آخر زمانے میں زمین میں دھنسنا، زلزلے، ذلت و خواری، لعن طعن، بُرائی
اور بد صورتی ظاہر ہوں گے، پوچھا گیا کہ اے خدا کے پیغمبر! کب؟ کہنے
لگے: جب موسیقی کے آلات اور گلوکار خواتین ظاہر ہوں گی (صحیح جامع
الصغیر)۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library